اجتماعِ جمعہ کی برکات

(فرمودہ ۲۴- ستمبر ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہّد' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

خطبہ جمعہ بہت سی قومی ضروریات کی طرف جماعت کو متوجہ کرنے کیلئے ایک مفید اور بابرکت موقع پر ہوتا ہے- لوگوں کو جمع کرکے کچھ سنانے میں بڑی بڑی دقّتیں پیش آتی ہیں- کہیں سیکرٹری درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو ایک ضروری بات پیش کرنی ہے' سب لوگ اکٹھے ہوجائیں- کہیں سیکرٹری لوگوں کے گھروں پر بلانے کیلئے جاتے ہیں کہ پچھلے اجلاس میں بہت سے ممبر نہیں آئے تھے اس لئے کورم پورا نہ ہوسکا تھا چونکہ ایک بہت ضروری بات ہے اس لئے اب کے آپ ضرور آئیں- اس طرح کرنے سے بھی کوئی آتا ہے اور کوئی نہیں آتا- لہٰذا ممبروں کو اکٹھا کرنے کی پھر کوشش کی جاتی ہے اور اس طرح مہینوں کے انتظار اور بہت سی لجاجتوں اور منتوں سے کہیں جاکر لوگ جمع ہوتے ہیں اور بات سنائی جاتی ہے لیکن پھر مجلس میں وہ شور مچتاہے' کہ الامان! ایک اِدھر سے بولتا ہے ایک اُدھر سے پوچھتا ہے چاروں طرف سے آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں اور ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ اگر میری بات نہ سنی گئی تو اندھیر ہی آجائے گا- سب کا یہی خیال ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسی بات ہے جو لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہوسکتی ہے تو وہ میری ہی بات ہے-

چونکہ ہر شخص اپنی رائے کی بڑی عزت اور قدر کرتا ہے اس لئے اس کا دل اسے ملامت کرتا ہے کہ مجلس میں چُپ نہ بیٹھنا- اگر چپ رہا تو لوگ اس بات سے فائدہ نہیں اٹھا

سکیں گے جو تمہارے دل میں ہے اس لئے تم خدا کے حضور گنہگار ٹھہروگے اور اخلاقی رنگ میں بھی مجرم ہوگے- تو چونکہ ہر ایک کا یہی خیال ہوتا ہے اس لئے سارے کے سارے شور مچاتے ہیں- نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کی بھی نہیں سنی جاتی اور یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ اگلی میٹنگ میں یہی بات پھر پیش ہو- تمام انجمنوں اور کمیٹیوں میں اسی طرح ہوتا ہے حتّٰی کہ تمام حکومتوں کی پارلیمنٹوں کا بھی عموماً یہی حال ہے کہ لوگ چیختے چلاّتے اور شور مچاتے رہتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ وزراء کو تنگ آکر بحث کا وقت مقرر کرنا پڑتا ہے- اور ایک مقررہ وقت کے بعد لوگوں کے شور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ووٹ لے لئے جاتے ہیں- لیکن باوجود اس کے جب وزراء اُٹھ کر کوئی بات سناتے ہیں تو شور پڑجاتا ہے- کوئی کہتا ہے تم جھوٹ کہہ رہے ہو' کوئی کہتا ہے کہ چپ ہوجاؤ' کوئی کہتا ہے بیٹھ جاؤ- غرض دنیا کی انجمنوں اور کمیٹیوں کا برا حال ہوتاہے- اول تو ان میں کوئی بات سنانے کا موقع ہی کم ملتا ہے اور اگر ملے تو اتنے سنانے والے ہوتے ہیں کہ سننے والا کوئی نہیں ہوتا- اور اگر کوئی سنانے والا کھڑا ہوجائے تو اس پر راؤں اور اعتراضوں کی وہ بوچھاڑ ہوتی ہے کہ بیچارہ آدھی تقریر بھی نہیں کرسکتا-

مسلمانوں پر خداتعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک ایسی نماز رکھ دی ہے جس میں شہراور اس کے اردگرد کے لوگوں کا شامل ہونا فرض ہے- اس کیلئے کوئی ضرورت نہیں کہ سیکرٹری لوگوں کے آگے لجاجت اور منت سماجت کریں- ایجنڈے نکلیں اور کلرک قلمیں گھسائیں اور پھربھی مجلس ملتوی ہوجایا کرے- بس ایک آدمی خواہ مسافر ہی ہو جب پکار کرکہتا ہے حَیَّ عَلَی الصَّلوٰ ۃ- تو چاروں طرف سے جن لوگوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی ہے بھاگتے چلے آتے ہیں اور ایک جگہ اکٹھے ہوجاتے ہیں- پھر سب اکٹھے ہو کر اس انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ کچھ سنیں اور ایک آدمی آتا ہے اور سنانا شروع کردیتا ہے اب یہ کمیٹی شروع ہوئی- دوسری کمیٹیوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ ایک آدمی سنانا شروع کردیتا ہے اور دوسرے شور مچاتے رہتے ہیں- لیکن اس کمیٹی میں وہی لوگ جو دوسری کمیٹیوں میں شور مچاتے تھے' ان میں سے کوئی بھی نہیں بول سکتا- کیوں؟ اس لئے کہ شریعت کا حکم ہے کہ خطبہ میں بولنا نہیں چاہیئے- دنیا میں سلطنتوں کے وزیر جو لاکھوں کروڑوں انسانوں کی ہمدردی اپنے ساتھ رکھتے ہیں جب تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ایسی آوازیں آنی شروع ہوجاتی ہیں کہ

ٹھہرو ٹھہرو! سنو سنو! تم غلطی کرتے ہو وغیرہ وغیرہ- لیکن اگر ایک بے علم اور بے کس خطیب بھی ہو تو اس کے سامنے ایک عالم فاضل چپ سنتا رہے گا کیوں؟ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اور خطبہ میں کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے [۱] اور چونکہ خداتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کیلئے فرمایا ہے کہ جو کچھ یہ کہیں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو [۲]' اس لئے یہ خدا ہی کا حکم ہے- غرض یہ ایک بڑی لطیف مجلس ہے اس سے بہتر اور عمدہ اور کونسی مجلس ہوسکتی ہے- تمام وہ ضروریاتِ قومی جن کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا اور جن میں جماعت کی مدد اور مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اس میں بتائی جاسکتی ہیں- اس کیلئے نہ ایجنڈا تیار کرنا پڑتا ہے نہ ٹکٹ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کلرک ملازم رکھنے پڑتے ہیں- ایک مقررہ وقت پر سب لوگ خودبخود اکٹھے ہوجاتے ہیں اور انہیں وہ بات پہنچادی جاتی ہے اور پھر اس مجلس میں جو بات شروع ہوتی ہے کسی کی مجال نہیں کہ ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے- دوسری مجلسوں میں ایک اور بات بھی ہوا کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی ایک کھڑا ہوجائے تو پندرہ بیس بولنے لگ جاتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ! بیٹھ جاؤ! پھر جب ان کی آوازیں نکلتی ہیں تو پچاس ساٹھ انہیں چُپ کرانے کیلئے بول پڑتے ہیں- اس طرح سارے ہی بولنے لگ جاتے ہیں اور ایک شورِ قیامت برپا ہوجاتا ہے- لیکن اس مجلس کیلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بولے بھی تو اسے چپ کرانے کیلئے بولو نہیں بلکہ اشارہ سے منع کردو [۳]- یعنی اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو بھی کوئی اس بات کامجاز نہیں کہ اپنی زبان سے لفظ نکالے تاکہ اس طرح شور پَیدا نہ ہو- تو یہ کیسی باامن مجلس ہے اور پھر اس مجلس کی یہ خوبی ہے کہ ناغوں کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ بِلا ناغہ ہوتی ہے اور ہر جمعہ کو ہوتی ہے اور سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس میں شامل ہوں- غرض جمعہ کا خطبہ ایک بہترین موقع ہے جماعت کو اس کی ضروریات سے مطلع کرنے اور اہم اور قابل مشورہ امور سے آگاہ کرنے کا-

مسلمانوں پر یہ اسلام کا بہت بڑا احسان ہے اور کون سے احسان کم ہیں- مگر جماعت بندی اور جماعت کے کاموں کو احسن طور پر چلانے کیلئے یہ بہت بڑا احسان ہے- دنیا کے اور کسی مذہب نے جماعت کو جماعت بنانے کیلئے اور قومی کاموں کو اس خوش اسلوبی سے انجام دینے کیلئے ایسی کوئی تجویز نہیں کی- صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ ایک ایسا طریق بتایا ہے کہ اگر مسلمان اس پر چلیں تو ان کی تمام ضروریات حل ہوسکتی ہیں- غرض جمعہ کا خطبہ

بہت سی ضروریات کو حل کرنے کیلئے مفید اور بابرکت اجتماع ہے جس میں بغیر کسی قسم کے جھگڑے اور فساد کے قوم کے سامنے ضروریات پیش کردی جاتی ہیں۔

چونکہ آج ایک ضروری سوال درپیش ہے جس کے متعلق جماعت کی رائے دریافت کرنا ضروری ہے اس لئے میں اس اجتماع سے فائدہ اُٹھاتا ہوں۔ گو پہلے بھی ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوچکا ہے مگر چونکہ اس وقت اس کا موقع نہیں تھا اس لئے فیصلہ نہ کیا گیا۔ اب مَیں دوبارہ اس کو یہاں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اخباروں والے اخباروں کے ذریعہ باہر کے لوگوں تک پہنچادیں تاکہ سب لوگ اس پر غور کرکے مجھے جواب دیں۔ امید ہے کہ اس بات سے سب واقف ہوں گے کہ ایک بڑی رقم پر مولوی محمد علی صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کا ملازم رہ کر ترجمۃ القرآن کا کام کیا ہے اور ان کی وہ چٹھیاں اور کاغذات جن میں وہ لکھتے رہے ہیں کہ ترجمۃ القرآن کیلئے مجھے فراغت چاہیئے' الگ مکان چاہیئے' پہاڑ پر جانے کی ضرورت ہے' ٹائپ رائٹر درکار ہے' مددگار مولوی کی ضرورت ہے' ٹائپسٹ چاہیئے وغیرہا اس وقت تک موجود ہیں۔ پھر مولوی محمد علی صاحب کی یہ تحریر بھی موجود ہے کہ مولوی شیر علی صاحب کو ایڈیٹر بنادیا جائے اور مجھے ترجمۃ القرآن کیلئے خاص طور پر فارغ کردیا جائے۔

پانچ چھ سال میں قریباً اڑھائی تین ہزار سالانہ خرچ کے حساب سے پندرہ ہزار روپیہ اس کام پر خرچ ہوا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس کے متعلق دیگر اشیاء پر جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ بھی دو تین ہزار کے قریب ہے۔ یعنی مددگار مولویوں اور کلرکوں اور کتابوں وغیرہ کا خرچ مل ملا کر کوئی پانچ ہزار کے قریب بنتا ہے۔ کُل بیس ہزار اندازاً سمجھ لو۔ یہ روپیہ جو ایک خاص کام کیلئے مولوی محمد علی صاحب پر خرچ ہوا ہے انہوں نے جو کام کیا تھا وہ تمام کا تمام ساتھ لے گئے ہیں۔ یہ بات آپ سب لوگ جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کو وہ اپنی ملکیّت قرار دے رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کا دماغ خرچ ہوا ہے پھر اور کیوں؟ اس لئے کہ انہیں ایک ایسا قانون مل گیا ہے کہ وہ اس کی رُو سے اس پر قبضہ کرسکتے ہیں جس طرح آج تک بہت سے مسلمان کہلانے والوں کو یہ قانون ملا ہوا ہے کہ بیٹیوں اور بہنوں کو وراثت سے حصہ نہیں مل سکتا اس لئے وہ نہیں دیتے۔ بے شک قرآن شریف میں آیا ہے کہ ان کو حصہ دو اور ضرور دو۔ بے شک آنحضرت ﷺ نے تاکید کی ہے کہ ان کو حصہ دو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی عقل اور اخلاقِ حسنہ مجبور کرتے ہیں کہ بیٹیوں اور بہنوں کو حصہ

دیا جائے مگر باوجود اس کے مسلمانوں کو قانون جو مل گیا ہے اگر نہ دیا جائے تو حرج نہیں اس لئے یہ کیا کریں۔ اسی طرح مولوی محمد علی صاحب کو کسی وکیل نے قانون بتادیا ہے کہ باوجود اس کے کہ تم نے بیس ہزار روپیہ انجمن کا کھایا ہے لیکن پھر بھی تم انجمن کا ترجمہ ہضم کرسکتے ہو اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم ترجمہ نہیں دیتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو تو قانون ملا ہے اور ہمارے بھی خدا کے فضل سے قانون دان ہیں وہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بڑی آسانی سے پکڑے جاسکتے ہیں۔ یہ تو قانون دان دیکھیں گے یا گورنمنٹ فیصلہ کرے گی کہ ان کا چودھری زیادہ قانون دان ہے یا ہمارا۔ لیکن پہلا سوال یہ ہے کہ ہمیں کوئی قانونی کارروائی کرنی بھی چاہیئے یا نہیں۔ پیچھے تو یہ معاملہ اس لئے رہ گیا تھا کہ کسی اور طریق سے فیصلہ کرلیا جائے پھر یہ بھی خیال تھا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ابھی ترجمہ کا کام کررہا ہوں شاید کچھ عرصہ کے بعد مان جائیں۔ لیکن اب مسلم انڈیا میں اشتہار چھپا ہے کہ جلدی قرآن کا ترجمہ شائع کیا جائے گا اس لئے اب اس بات کا جلدی فیصلہ کرنا چاہیئے کہ آیا وہ بیس ہزار روپیہ جو اس کام پر خرچ ہوا ہے اور مولوی صاحب اسی کیلئے ملازم رکھے گئے تھے اس کا کیا کیا جائے؟ یہ تو ہے نہیں کہ انہوں نے ٹھیکہ پر کام کیا ہے اس لئے اب کہہ دیں کہ اپنا روپیہ لے لو ہم کام نہیں دیتے۔ انہیں تو ملازم رکھا گیا تھا اور ملازم کی اور حیثیت ہوتی ہے' ٹھیکہ دار کی اور۔ مثلاً ایک آدمی کو روپیہ دیا جائے کہ فلاں چیز بناؤ۔ گو اس کی ایمانداری اسی میں ہے کہ بنادے لیکن وہ ایسا بھی کرسکتا ہے کہ چیز بناکر کسی اور کو دے دے اور روپیہ واپس کردے۔ شریعت کے تو یہ خلاف ہے لیکن وہ بہانہ وغیرہ کرسکتا ہے۔ لیکن ایک ملازم جو ہر صبح و شام اسی روپیہ سے کھانا حلق سے اُتارتا ہے جو اسے تنخواہ میں دیا جاتا ہے وہی کپڑا پہنتا ہے جو تنخواہ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے وہ کوئی بہانہ نہیں بناسکتا کہ جو کام میں کررہا ہوں وہ میرا اپنا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان سے یہ ترجمہ لیں یا نہ لیں؟ لینے کیلئے تو ہم بظاہر اس لئے مجبور ہیں کہ اس پر سلسلہ کا روپیہ خرچ ہوا ہے اگر ترک کیا جائے تو یہ سلسلہ کی خیانت نہ ہو۔ لیکن اور پہلو بھی ہے وہ یہ کہ اسلام کی تاریخ سے بہت سے ایسے واقعات معلوم ہوتے ہیں کہ بعض لوگوں نے خیانتیں کیں' فساد اور شرارت پھیلائی' عداوت اور بُغض میں بڑھ گئے مگر انبیاء کے سلسلہ نے یہی طریق اختیار کیا ہے کہ چشم پوشی کی ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھا ہے۔ ان سے جہاں تک ہوسکا خیانت کو وصول کرنے اور شرّو فساد کے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سزادہی کیلئے

خدا تعالیٰ پر ہی نظر رکھی ہے۔

پس ہمیں بھی چاہیئے کہ اسی عمل کی اتباع کریں۔ پس اس سوال کا جواب کہ مولوی صاحب کی اس کارروائی کے متعلق کیا کیا جائے؟ ایک تو یہ ہے کہ عدالت تک معاملہ پہنچایا جائے۔ دوسرا یہ کہ خدا کے سپرد کیا جائے۔ ان دونوں پہلوؤں کے متعلق جماعت کو چاہیئے کہ غور کرے اور مجھے مشورہ دے کہ آیا خاموشی اختیار کی جائے یا عدالت میں یہ معاملہ لے جایا جائے۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ حرام چیز کسی کو ہضم نہیں ہوا کرتی اور کسی نہ کسی رستہ ضرور باہر آجاتی ہے چونکہ انہوں نے خیانت سے کام لیا ہے اس لئے وہ فائدہ تو کبھی نہیں اٹھاسکتے۔ ہم نے کوشش کردی ہے۔ بار بار کہلا بھیجا ہے حتیٰ کہ ایک وفد خاص بھیجا لیکن انہوں نے ترجمہ نہیں دیا۔ بلکہ اشارۃً یہ بھی کہا ہے کہ ترجمہ ہمارا ہی ہے اس معاملہ کے متعلق جو میری رائے ہے وہ بھی مَیں بتادیتا ہوں۔ میری اپنی رائے میں زیادہ مفید اور مناسب یہ بات ہے کہ ان کو چھوڑ ہی دیا جائے اور اللہ کے حوالہ کردیا جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیصلہ ہوگا وہ انسانوں کے فیصلہ سے زیادہ صاف ہوگا کیونکہ وہ خالق و مالک ہے اور انسانوں سے زیادہ زبردست اور طاقتور ہے۔ میرے خیال میں ان کا ترجمہ لے جانا ہمارے لئے بڑی بھاری فتح ہے۔ انسان جوش اور عداوت میں جُرم کر تو لیتا ہے لیکن بعد میں خود ہی شرمندہ ہوتا ہے یہ ہمیشہ ان کے گلے میں پھانسی کی طرح لٹکتا رہے گا۔ ہماری اور ان کی بحثیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔

پس ہمیشہ ان کو اس سوال کے آگے نادم ہونا پڑے گا کہ ان کے فرقہ کا بانی' سلسلہ احمدیہ کے روپیہ کو کس طرح قانون کا عُذر کرکے خرد برد کرگیا۔ یہ چونکہ قومی اور جماعت کی خیانت ہے شخصی نہیں اس لئے جماعت کے اختلاف میں اسے ہم پیش کرسکتے ہیں۔ کیونکہ قومی جرائم کا پیش کرنا برخلاف ذاتی جرائم اچھا اور چھپانا جُرم ہے اس لئے یہ ان کے نام پر ہمیشہ کیلئے دھبّہ رہے گا اور اگر ہم لے لیں گے تو اور ہمیں مل بھی جائے گا تو اس خوبی سے ہم انہیں ملزم قرار نہیں دے سکیں گے۔ پھر یہ کہ جس ترجمہ نے ترجمہ کرنے والے کو کچھ فائدہ نہیں دیا وہ ہمیں کیا دے سکتا ہے۔ وہ شخص جو چھ سال قرآن پر غور کرکے یہ معنی کرتا ہے کہ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ۔ اللہ منوا کر چھوڑ دو۔ اس کا کیا ہوا ترجمہ ہمارے لئے کیا مفید ہوسکتا ہے؟ اگر ہم مقدمہ کرکے اس ترجمہ کو لے لیں گے تو ہزار دو ہزار روپیہ جو خرچ ہوگا وہ بھی ضائع

ہی جائے گا۔ کیونکہ ایسا ترجمہ جس کے کرنے والا کہتا ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ۔ اللہ منوا کر چھوڑ دو۔ ہم چھاپ نہیں سکتے۔ اور اگر اس کی اصلاح کرکے چھپوائیں تو جو محنت اس پر کریں گے اس سے کم میں نیا کیوں نہ تیار کرلیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت کے زیورات ایک چور لے گیا۔ اس نے چور کی شکل رات دیکھ لی تھی۔ ایک دن جو وہ گلی میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھی تو وہی چور گزرا۔ عورت نے اس کو کہا کہ ذرا میری بات تو سن جاؤ۔ وہ ڈر کے مارے بھاگا تو اس نے کہا۔ مَیں تمہیں پکڑواتی نہیں صرف بات سن جاؤ۔ جب وہ ٹھہرا تو اس نے کہا کہ دیکھو تم سب زیورات لوٹ کر لے گئے تھے لیکن میرے ہاتھ میں پہلے سے بھی زیادہ موٹے کڑے ہیں اور تمہاری ٹانگوں میں وہی پہلی لنگوٹی ہے۔ تو بیشک وہ اپنی طرف سے صفایا کرگئے ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان کی لنگوٹی ہی رہے گی اور ہمیں خداتعالیٰ اور کڑے دے دے گا۔

پس چاہیئے کہ ہم بھی اسی طرح کریں اور کہیں کہ اگر ترجمہ لے گئے ہیں تو لے جائیں انہیں کیلئے وبالِ جان ہوگا ہمیں خداتعالیٰ اس سے بہتر اور بہت بہتر دے گا اور انشاء اللہ مبارک دے گا۔ مفید تو وہی شے ہوتی ہے جو مبارک ہو۔ بہت لیکچرار ایسے ہوتے ہیں جو بڑی لمبی لمبی اور فصیح تقریریں کرتے ہیں لیکن ان کا اثر نہیں ہوتا اور کسی اَور کے دو کلمے اثر کرجاتے ہیں اور اصل کلام بھی اسی کا ہے جسے خداتعالیٰ سے اثر ملا ہو۔ پس جبکہ ہمیں یقین ہے کہ خداتعالیٰ ہم کو اس ترجمہ سے بہتر ترجمہ ہی نہ دے گا بلکہ بابرکت بھی دے گا تو پھر اس کے لینے کیلئے کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دنیا میں صرف عمدہ تحریر کوئی شے نہیں بلکہ اس قابل التفات تحریر کا اثر ہوتا ہے جو صدق و اخلاص سے لکھی جائے۔ اِس وقت دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کی تحریریں علم ادب کا اعلیٰ نمونہ سمجھی گئی ہیں لیکن انہیں وہ کمال کہاں حاصل ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا۔ حالانکہ آپ اردو کے اشعار میں "جندا" بھی استعمال کرگئے ہیں۔ لیکن ان اشعار کو پڑھ کر مخالف بھی ایسا متأثر ہوتا ہے کہ کھنچا چلا آتا ہے۔ اور وہ شعر جو گھوٹ گھوٹ کر لکھے جاتے ہیں کچھ اثر نہیں کرتے۔

پس ہمیں کسی کی لفاظی پر لٹو نہیں ہونا چاہیئے اور مفید اور بابرکت کی تلاش کرنی چاہیئے جو خداتعالیٰ ہمیں انشاء اللہ ضرور دے گا۔ ہمارے کڑے پھر بھی بن جائیں گے۔ مگر ان کا یہ فعل ان کیلئے ہمیشہ ذلّت کا موجب رہے گا۔ پس میری اپنی رائے یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ

ہم دوہزار روپیہ خرچ کرکے ردّی کاغذ جلانے کیلئے لاڈالیں انہیں کہیں کہ یہ ترجمہ آپ ہی رکھیں۔ اس طرح جو روپیہ بچ جائے گا وہ کسی اور مفید کام میں کام آجائے گا۔ لیکن چونکہ یہ جماعت کا معاملہ ہے اور غرباء اور امراء سب کا پیسہ پیسہ جمع کرکے اس پر خرچ کیا گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم بغیر تمام جماعت کی رائے کے معلوم کرنے کے کچھ نہ کریں اسی لئے مَیں نے خطبہ میں اس بات کو بیان کردیا ہے۔ یہاں کی انجمن اس پر غور کرے اور مجھے اطلاع دے اور باہر کی انجمنیں بھی غور کرکے اطلاع دیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ جماعت کے مال کی خیانت ہے اس لئے ان کے وہ تمام کاغذات اور درخواستیں جو ترجمۃ القرآن کے متعلق ہیں سب تفصیل وار ایک ٹریکٹ میں چھاپ دی جائیں اور نہایت کثرت سے یورپ و امریکہ اور ہندوستان میں شائع کی جائیں اور تمام اخباروں میں بھی شائع کرادی جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ ان کی طرف سے جو ترجمہ شائع ہونے لگا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ عدالت میں روپیہ خرچ کیا جائے اس طرح خرچ ہو جس سے ان کی نیت اور ایمان داری کا لوگوں کو پتہ لگ جائے۔ تو یہ بہتر ہوگا تمام انجمنیں غور کرکے مجھے اطلاع دیں اور فیصلہ کرنے سے پہلے دعا بھی کرلیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا منشاء معلوم ہو اگر خداتعالیٰ کے منشاء میں یہی ہے کہ مقدمہ کیا جائے تو پھر ہمیں کیا عُذر ہے۔

پس بہت دعائیں کرو اور پھر جو فیصلہ ہو اس سے مجھے اطلاع دو۔ یہ ایک بڑا کام ہے سب کو جمع کرکے آرام سہولت اور اطمینان سے واقعات پر فیصلہ کرو اور استخارہ کرو گو اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ بذریعہ رؤیا یا الہام پتہ بھی لگے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو بتادے تو اس سے بھی مجھے اطلاع دی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھے رستہ پر چلنے اور اپنی رضاء حاصل کرنے کی توفیق دے۔

(الفضل ۳۰۔ ستمبر ۱۹۱۵ء)

---

[1] بخاری کتاب الجمعۃ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب۔

[2] الحشر: ۸

[3] بخاری کتاب الجمعۃ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب۔